AL-IDRAK
RESEARCH JOURNAL

OPEN ACCESS
Al-Idrak
Research Journal
ISSN (Online): 2789-3227
ISSN (Print): 2789-3235
www.alidrakresearchjournal.com

انتقال اقتدار اور حکومتی مناصب میں ملاحظات کے شرعی معیارات:

ایک تاریخی جائزہ اور اطلاقی مطالعہ

The Shari'ah Criteria for Power Transfer and Government Positions: A Historical Review and Applied Study

☆ **Dr. Syeda Ayisha Rizvi**
Lecturer, Department of Islamic Studies, The University of Lahore

☆☆ **Ayesha Saeed**
M.Phil, Department of Islamic Studies, University of Sialkot, Pakistan.

Citation:
Rizvi, Dr. Syeda Ayisha and Ayesha Saeed " The Shari'ah Criteria for Power Transfer and Government Positions: A Historical Review and Applied Study." Al-Idrāk Research Journal, 4, no.2, Jun-Dec (2024): 20– 41.

ABSTRACT

This study explores the Shari'ah-based criteria for the transfer of power and the assignment of government positions, examining the historical context and contemporary applications of these principles. Islamic governance, as outlined in the Qur'an and Sunnah, provides clear guidelines for the selection and transfer of leadership, emphasizing justice, competence, accountability, and public welfare. The research aims to delve into the historical examples of power transitions within early Islamic history, particularly focusing on the leadership styles during the caliphates and their adherence to Shari'ah principles. By reviewing the political mechanisms used in early Islamic states, the study offers insights into how power was transferred through consultation (Shura), the role of merit, and the protection of the community's welfare. The study also examines how these principles can be applied in modern governance systems to address contemporary challenges such as corruption, political instability, and leadership crises. This research adopts a comparative approach, contrasting the Islamic model of power transfer with modern political systems to propose actionable frameworks for ensuring transparent and just leadership transitions in the contemporary world. The findings aim to provide valuable guidance for policymakers, scholars, and political leaders in applying Shari'ah criteria to ensure fairness and stability in governmental processes.

Keywords: Power transfer, Shari'ah criteria, governance, leadership, political stability, Shura, accountability, historical review.

تعارف

انتقال اقتدار اور حکومتی مناصب میں شریعت اسلامیہ کے معیارات ایک اہم موضوع ہے جو نہ صرف اسلامی تاریخ میں بلکہ موجودہ دور میں بھی ایک اہم بحث کا موضوع ہے۔ اسلامی حکومت میں اقتدار کی منتقلی کا عمل ہمیشہ ایک معیاری فریم ورک کے تحت ہوا کرتا تھا جس میں شریعت کے اصولوں کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ اس مطالعے کا مقصد یہ ہے کہ ہم تاریخ اسلام کے مختلف ادوار میں اقتدار کی منتقلی اور حکومتی مناصب کے تعین میں اپنائے گئے شریعتی معیارات کا جائزہ لیں اور ان کی موجودہ حکومتی ڈھانچے میں اطلاق کو سمجھیں۔ اسلام میں حکومتی منصب کے لیے اہم ترین معیار عدل، اہلیت اور عوامی مفاد کو قرار دیا گیا ہے۔ اسلامی ریاست میں کسی بھی حکومتی عہدے کا انتخاب شریعت کے مطابق ہوتا تھا اور اس میں مشورے (شوریٰ) اور عوام کی فلاح و بہبود کو اہمیت دی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ، اسلام میں قیادت کے لیے فرد کی اہلیت، امانتداری، انصاف پسندی، اور امت کے لیے نیک نیتی ضروری سمجھی جاتی ہے۔ تاریخ میں جب بھی اقتدار کی منتقلی کی بات آئی، تو شریعت کے مطابق حکومت کا تعین یا تو منتخب نمائندوں کے ذریعے کیا گیا یا پھر مخصوص شرعی اصولوں کے تحت، جس میں عام طور پر بیعت، مشورہ، اور اجماع جیسے اہم ذرائع استعمال کیے گئے۔ یہ مطالعہ مختلف تاریخی مراحل کا جائزہ لیتا ہے، خاص طور پر خلافت راشدہ، سلطنت عثمانیہ اور بعد کے ادوار میں اقتدار کی منتقلی کے طریقوں کا تجزیہ کرتا ہے۔ اس سے نہ صرف شریعت کی بنیاد پر اقتدار کے منتقلی کے اصولوں کی وضاحت ہوگی بلکہ موجودہ دور کے حکومتی ڈھانچوں میں ان اصولوں کے اطلاق کے طریقوں پر بھی روشنی ڈالی جائے گی۔ آج کے دور میں جب دنیا کے بیشتر ممالک میں جمہوریت، انتخابی عمل اور حکومتی چیلنجز کی شکل میں مختلف مسائل درپیش ہیں، اس بات کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے کہ اسلامی تاریخ کے تجربات اور شریعتی اصولوں کو موجودہ سیاسی و حکومتی ڈھانچوں میں کس طرح عملی طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس تحقیق کا مقصد اسلامی حکومت کے اصولوں کی بنیاد پر موجودہ عالمی سیاست میں عدلیہ اور حکومتی انتقال اقتدار کی شفافیت اور دیانتداری کو بہتر بنانا ہے۔

اسلام میں مختلف حکومتی مناصب کے بارے میں احتیاط کی تاکید کی گئی ہے۔ اس ضمن میں آنحضور ﷺ کا ایک فرمان قضاء کے بارے میں بھی ہے۔ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، وہ فرماتے تھے:

> من طلبَ القضاءَ واستعانَ عليه وُكِلَ إليه، ومن لم يطلبه، ولم يستعِنْ عليه، أنزل الله مَلَكاً يُسَدِّدُهُ۔[1]
>
> "جس نے قضا کا منصب طلب کیا اور سفارش کی بنیاد پر اسے یہ دے دیا گیا تو اس منصب کی تمام ذمہ داری اسی کے سر ہے۔ اس کے مقابلے میں جس قاضی کو اہلیت کی بناء پر یہ منصب دے دیا گیا تو اللہ تعالیٰ اس کی تائید کے لیے فرشتہ بھیجتا ہے جو اسکی مدد کرتا ہے"۔

[1] امام ابو داود، سلیمان بن الاشعث: سنن ابی داود، ج 5، ص 431، رقم الحدیث 3578.
Imām Abū Dāwūd, Sulaymān ibn al-Ash'ath: Sunan Abī Dāwūd, vol. 5, p. 431, hadith no. 3578.

دو آدمیوں کے درمیان بطور قاضی فیصلہ کرنا مجھے ستر سال عبادت سے زیادہ مرغوب ہے۔ سیاست الملوک میں عدل کی اہمیت ہے موسیٰ بن یوسفؒ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا:

ان العدل سراج الدولة فلا تطفئ سراج العدل بريح الظلم، فان ريح الظلم اذا عصفت قصفت، ريح العدل اذا هبت ربت ومن شروط الامارة العدل فی الاحكام۔[1]

"عدل کسی بھی ریاست کا چراغ ہے عدل کے چراغ کو ظلم کی آندھی سے نہ بجھاؤ۔ ظلم کی آندھی سب کچھ تباہ کر دیتی ہے جبکہ عدل کی ہوا ثمر آور ہوتی ہے احکام میں عدل حکومت کی بنیادی صفات میں سے ہے"۔

سیاست شرعی کا قاعدہ کلیہ ہے کہ انہی لوگوں کو فرائض منصبی سونپے جائیں گے جن میں انہیں ادا کرنے کی صلاحیت ہوگی۔ خلفاء راشدین ولاۃ اور قضا کے تعیناتی کے موقع پر قوت وامانت کی شرط کا لحاظ کرتے تھے اسی لیے حضرت عمر بن خطابؓ کے متعلق قول ہے کہ:

هذا والله القوی الامين۔[2]

"اللہ کی قسم یہ قوی امانت دار ہے"۔

قضاء کے متعلقہ شرائط کے وجود کو یقینی بنانے کے لیے حکومت وقت یا خلیفہ کی ذمہ داری ہے کہ قاضی کے تقرر کے لیے ان کی صلاحیتوں کو جاننے کے لیے اختیار لیں تاکہ اس منصب پر وہی جائز ہو جو اس کا حق دار ہو۔[3]

اسلامی اصولوں کی رو سے مناصب حریص لوگوں کو نہیں دیئے جاتے بلکہ اس کی وجہ سے تقرری سے بھی منع کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ السیاسۃ الشرعیہ میں کہا جاتا ہے کہ:

فاذا ائتمن الرجل الخائن على وضع الامانات كان كمن استدعى الذئب على الغنم۔[4]

---

[1] محمد بن یوسف: واسطة السلوك في سياسة الملوك، ص 4623.
Muḥammad ibn Yūsuf: Wāsiṭat al-Sulūk fī Sīāsat al-Mulūk, pp. 23–46.

[2] علامہ ابن اثیر، عزالدین ابو الحسن علی بن محمد: الکامل فی التاریخ، ج 3، ص 56.
'Alāmā Ibn Athīr, 'Izz al-Dīn Abū al-Ḥasan 'Alī ibn Muḥammad: Al-Kāmil fī al-Tārīkh, vol. 3, p. 56.

[3] امام ماوردی، ابو الحسن ماوردی: تسهيل النظر وتعجيل الظفر، ص 196.
Imām Mawardī, Abū al-Ḥasan Mawardī: Tashīl al-Naẓar wa Ta'jīl al-Ẓafar, p. 196.

[4] امام طرطوشی، ابو بکر محمد بن محمد: سراج الملوك (مصر: من اوائل المطبوعات العربية، 1289ھ) ص 51.
Imām Ṭarṭūshī, Abū Bakr Muḥammad ibn Muḥammad: Sirāj al-Mulūk (Cairo: Min Awwāl al-Maṭbū'āt al-'Arabīya, 1289 AH), p. 51.

"خائن شخص کو امانتوں کی جگہ لگانا ایسا ہی ہے جیسے بیڑیئے کو بکریوں کی رکھوالی کے لیے لگا دیا جائے"۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اکثر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کرتے تھے:

لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ۔ [1]

"جس شخص میں امانت نہیں اس کا ایمان ہی نہیں، اور جس شخص کا عہد نہیں اس کا کوئی دین ہی نہیں"۔

اس کے برعکس اگر اس ذمہ داری میں کوتاہی برتی جائے اور عہدہ و منصب ان لوگوں کے سپرد کیا جائے جو اس منصب کے اہل نہیں تو یہ بھی ایک عظیم خیانت ہے اور احادیث مبارکہ میں خیانت کرنے والوں کے بارے میں بے شمار وعیدیں وارد ہوئی ہیں چنانچہ ایک حدیث میں منافق کی ایک نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ، إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ۔ [2]

"منافق کی تین علامتیں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو (اس کی) خلاف ورزی کرے اور جب اسے (کسی چیز کا) امین بنایا جائے تو (اس میں) خیانت کرے"۔

ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے کسی منصب پر غیر اہل شخص کو بٹھانے والوں کو ملعون قرار دیا ہے۔ حضرت ابو مریم ازدی اسدی روایت کرتے ہیں:

مَنْ وَلَّاهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ شَيْئًا مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَاحْتَجَبَ دُونَ حَاجَتِهِمْ وَخَلَّتِهِمْ وَفَقْرِهِمُ احْتَجَبَ اللهُ عَنْهُ دُونَ حَاجَتِهِ وَخَلَّتِهِ وَفَقْرِهِ، قَالَ: فَجَعَلَ رَجُلًا عَلَى حَوَائِجِ النَّاسِ۔ [3]

---

[1] امام الخطیب التبریزی، محمد بن عبد اللہ: مشكاة المصابيح، كتاب الايمان (بیروت: المكتب الإسلامی، 1985ء) ج 1، ص 17، رقم الحديث 35.

Imām al-Khaṭīb al-Tabrīzī, Muḥammad ibn 'Abd Allāh: Mishkāt al-Maṣābīḥ, Kitāb al-'Īmān (Beirut: al-Maktaba al-Islāmīya, 1985), vol. 1, p. 17, hadith no. 35.

[2] امام مسلم، مسلم بن حجاج: صحيح المسلم، كِتَابُ الْإِيمَانِ، باب بَيَانِ خِصَالِ الْمُنَافِقِ، رقم الحديث 211.

Imām Muslim, Muslim ibn Ḥajjāj: Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-'Īmān, Bāb Bayān Khisāl al-Munāfiqīn, hadith no. 211.

[3] امام ابو داود، سلیمان بن الاشعث: سنن ابی داود، ج 4، ص 570، رقم الحديث 2949.

Imām Abū Dāwūd, Sulaymān ibn al-Ash'ath: Sunan Abī Dāwūd, vol. 4, p. 570, hadith no. 2949.

"جسے اللہ مسلمانوں کے کاموں میں سے کسی کام کا ذمہ دار بنائے پھر وہ ان کی ضروریات اور ان کی محتاجی و تنگ دستی کے درمیان رکاوٹ بن جائے تو اللہ اس کی ضروریات اور اس کی محتاجی و تنگ دستی کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ یہ سنا تو معاویہ نے ایک شخص کو مقرر کر دیا جو لوگوں کی ضروریات کو سنے اور اسے پورا کرے"۔

رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب امانت ضائع کر دی جائے گی۔ سائل نے پوچھا: امانت کیسے ضائع ہو گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب مسلمانوں کے (نظمِ اجتماعی) کے امور نااہلوں کے سپرد کر دیے جائیں، تو قیامت کا انتظار کرو۔

إِذَا ضُيِّعَتْ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرْ السَّاعَةَ قَالَ كَيْفَ إِضَاعَتُهَا قَالَ إِذَا وُسِّدَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرْ السَّاعَةَ۔ [1]

ایک اور حدیث میں حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ سَنَوَاتٌ خَدَّاعَاتُ يُصَدَّقُ فِيهَا الْكَاذِبُ وَيُكَذَّبُ فِيهَا الصَّادِقُ وَيُؤْتَمَنُ فِيهَا الْخَائِنُ وَيُخَوَّنُ فِيهَا الْأَمِينُ وَيَنْطِقُ فِيهَا الرُّوَيْبِضَةُ قِيلَ: وَمَا الرُّوَيْبِضَةُ قَالَ الرَّجُلُ التَّافِهُ فِي أَمْرِ الْعَامَّةِ۔ [2]

"مکر و فریب والے سال آئیں گے، ان میں جھوٹے کو سچا سمجھا جائے گا اور سچے کو جھوٹا، خائن کو امانت دار اور امانت دار کو خائن اور اس زمانہ میں رُوَيْبِضَة بات کرے گا، آپ سے سوال کیا گیا: رُوَيْبِضَة کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: حقیر اور کمینہ آدمی، وہ لوگوں کے عام انتظام میں مداخلت کرے گا"۔

اسلام میں سیاسی کے متعلق مفتی کفایت اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں:

---

[1] امام بخاری، محمد بن اسماعیل البخاری: صحیح البخاری (دمشق: دار ابن کثیر، دار الیملۃ، 1414ھ) ج5، ص385، رقم الحدیث 6131.

Imām al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismā'īl al-Bukhārī: Ṣaḥīḥ al-Bukhārī (Damascus: Dār Ibn Kathīr, Dār al-Yamla, 1414 AH), vol. 5, p. 385, hadith no. 6131.

[2] امام ابن ماجه، محمد بن یزید بن ماجه القزوینی: سنن ابن ماجه، ابواب الفتن، باب: شدة الزمان (دار الرسالة العالمية، 1430ھ) ج5، ص162، رقم الحدیث 4035.

Imām Ibn Mājah, Muḥammad ibn Yazīd ibn Mājah al-Qazwīnī: Sunan Ibn Mājah, Abwāb al-Fitan, Bāb: Shiddat al-Zamān (Dar al-Risāla al-ʻĀlamīya, 1430 AH), vol. 5, p. 162, hadith no. 4035.

"انبیاءؑ دین اور سیاست دونوں کے حامل ہوتے ہیں اور خود بھی سیاسی امور میں شریک اور عامل رہتے ہیں، اسلام اس معاملہ میں خصوصی امتیاز رکھتا ہے، اس کی ابتدائی منزل ہی سیاست سے شروع ہوتی ہے اور اس کی تعلیم مسلمانوں کی دینی اور سیاسی زندگی کے ہر پہلو پر حاوی اور کفیل ہے، قرآن پاک میں جنگ و صلح کے قوانین و احکام موجود ہیں، کتب احادیث و فقہ میں عبادات و معاملات کے پہلو بہ پہلو ملکی سیاست کے مستقل ابواب موجود ہیں، دین کے ماہر شرعی سیاست کے بھی ماہر ہوتے ہیں"۔[1]

ایک حدیث میں ہے:

إنّ الناس إذا رأوا الظالمَ فلم يأخذوا على يدَيه أوشك أن يعُمَّهم الله بعقاب۔[2]

"لوگ جب ظالم کو ظلم کرتے دیکھیں، اور اس کے ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ اللہ سب کو اپنے عذاب میں پکڑ لے"۔

مفتی تقی عثمانیؒ کے مطابق اگر لوگ ظالم کو دیکھ کر اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنا عذاب عام نازل فرمائے، اگر آپ کھلی آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ ظلم ہو رہا ہے اور انتخابات میں حصہ لے کر اس ظلم کو کسی نہ کسی درجہ میں مٹانا آپ کی قدرت میں ہے تو اس حدیث کی رو سے یہ آپ کا فرض ہے کہ خاموش بیٹھنے کے بجائے ظالم کا ہاتھ پکڑ کر اس ظلم کو روکنے کی مقدور بھر کوشش کریں۔[3]

سید قطب شہیدؒ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ اسلام کے سیاسی نظام کا تعلق اور مشابہت انسان کے وضع کردہ قدیم و جدید نظاموں کے ساتھ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ اسلام کسی انسانی نظام کا ماخذ، محتاج اور مقلد نہیں۔ کیونکہ اسلام ایک منفرد اور ممتاز نظام رکھتا ہے اور انسانیت کے سامنے کامل علاج پیش کرتا ہے۔[4]

---

[1] مفتی کفایت اللہ دہلوی: کفایت المفتی (کراچی: دارالاشاعت، ج 9، ص 304، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، فتویٰ نمبر 150)۔
Muftī Kifāyatullāh Dehlawī: Kifāyat al-Muftī (Karachi: Dār al-Ishā'at, vol. 9, p. 304, Fatāwā Dār al-'Ulūm Deoband, Fatwā no. 150).

[2] امام ابو داود، سلیمان بن الاشعث: سنن ابی داود، ج 6، ص 393، رقم الحدیث 4338۔
Imām Abū Dāwūd, Sulaymān ibn al-Ash'ath: Sunan Abī Dāwūd, vol. 6, p. 393, hadith no. 4338.

[3] مفتی تقی عثمانی، محمد تقی عثمانی: فقہی مقالات (نئی دہلی: فرید بک ڈپو، 2005ء) ج 2، ص 28586۔
Muftī Taqī Usmānī, Muḥammad Taqī Usmānī: Fiqhī Maqālāt (New Delhi: Farīd Book Depot, 2005), vol. 2, pp. 86–285.

[4] سید قطب: العدالۃ الاجتماعیۃ (1969ء) ص 101-93
Sayyid Qutb: Al-'Adāla al-Ijtimā'īya (1969), pp. 101–93.

امام سید قطب کے مطابق اسلام کے سیاسی نظام کی انفرادیت اور امتیازی شان کی وجہ یہ ہے کہ اس کی اساس حاکمیت خداوندی ہے۔ اس کے برعکس دوسرے نظام ہائے سیاست کی اساس انسان کی حاکمیت ہے۔ اس وجہ سے اساسات نظام کے چار بنیادی اصول ہیں۔

1) حاکمیت الٰہیہ (2) عدل من الاحکام (3) اطاعت فی المعروف (4) الشوریٰ[1]

ڈاکٹر طٰہٰ حسین کہتے ہیں:

"اسلامی نظام نہ استبدادی ملوکیت تھا، نہ یونانیوں کا بناہوا جمہوری اور نہ رومیوں کا ساشاہی، جمہوری یا مشروط قیصری، بلکہ یہ تو خالص عربی تھا جس کے خانے اسلام نے بنائے تھے"۔[2]

اسلام کے اس مخصوص، منفرد اور جامع سیاسی نظام کو خلافت کہا جاتا ہے۔

اسلام کو سمجھنے کا واحد ذریعہ قرآن وسنت، سیرت خلفاء راشدین اور آثار صحابہ و تابعینؒ ہیں۔ صحابہ کرام وہ نفوس قدسیہ ہیں جنہوں نے آپ ﷺ سے براہ راست شرف تلمذ حاصل کیا اور جن کی تعلیم و تربیت براہ راست آپ نے فرمائی تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الاسلام۔[3]

"یعنی اللہ کے نزدیک انسان کے لیے اسلام ہی ایک حقیقی اور صحیح طریق زندگی یا طرز فکر و عمل ہے"۔

اسلام میں ایک طرف مسلمان کو انفرادی طور پر عبادات مثلاً نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے احکامات دیئے گئے ہیں۔ تو دوسری طرف انسانی زندگی سے وابستہ مختلف اجتماعی امور میں بھی رہنمائی کی گئی ہے۔ جس طرح اسلام میں اقیموا الصلاۃ اور كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ کے ذریعے نماز اور روزے کی فرضیت کا حکم ہے، عین اسی طرح اقیموا الدین اور كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ کے ذریعے اقامت دین اور قصاص کا حکم بھی ہے۔ اب ان احکامات میں فرق صرف ہے انفرادی اور اجتماعی ہونے کا ہے۔ نماز اور روزے کے حکم کی تعمیل انفرادی طور پر ہو سکتی ہے لیکن اقامت دین اور قصاص کے حکم کی تعمیل کے لئے ایک پوری جماعت کے ساتھ اختیار اور قوت وطاقت کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہی حالت دوسرے حدود اللہ کا بھی ہے۔

اسلام مسلمانوں سے جس طرح انفرادی طور احکام کی اطاعت کا حکم دیتا ہے اسی طرح اجتماعی فرائض کی ادائیگی کے بارے میں بھی ہدایات دیتا ہے۔ مثلاً قصاص کے حکم پر عمل درآمد کے لئے سب سے پہلے اسلامی عدالت اور شعیب اصول و شرائط کے مطابق قاضی

[1] سید قطب: العدالۃ الاجتماعیۃ (1969ء)، ص 101-93.

Sayyid Qutb: Al-'Adāla al-Ijtimā'īya (1969), pp. 101–93.

[2] سید ڈاکٹر طٰہٰ حسین: الفتنۃ الکبریٰ، عثمان رضی اللہ عنہ اردو مترجم: علامہ عبدالحمید نعمانی (کراچی: نفیس اکیڈمی، 1968ء)، ص 50

Sayyid Dr. Ṭāhā Ḥusayn: Al-Fitna al-Kubrā, Uthmān, trans. ‘Allāma ‘Abd al-Ḥamīd Nāmanī (Karachi: Nafīs Academy, 1968), p. 50.

[3] سورۃ آل عمران. 3: 19.

Sūrat Āl ‘Imrān 3: 19.

کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن ایک اسلامی عدالت اور شرعی قاضی کی موجودگی کے لئے پہلے پہل ایک اسلامی حکومت کی ضرورت پڑتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اسلامی حکومت کے قیام لئے ایک ایسی ریاست کی ضرورت ہوگی جو اسلامی اصولوں پر قائم ہے۔

لا یقیم الحدود إلا الإمام أو من فوض إلیه الإمام ذلك، بدلیل أنه لم یقم حد علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم إلا بإذنه ولا فی أیام الخلفاء الراشدین إلا بإذنهم لأن حق الله تعالی یفتقر إلی الاجتهاد ولا یؤمن فی استیفائه الحیف فلم یجز بغیر إذن الإمام.[1]

"امام یا اس کے تفویض کردہ فرد کے علاوہ کوئی حدود قائم نہیں کر سکتا، اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول ص کے دور میں آپ کی اجازت کے بغیر اور خلفاء راشدین کے دور میں ان کی اجازت کے بغیر کوئی حد قائم نہیں ہوا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں اجتہاد کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کے پورا کرنے میں زیادتی کا خوف لاحق ہوتا ہے چنانچہ یہ امام کی اجازت کے بغیر جائز نہیں"۔

چنانچہ اسلام میں بیشتر اجتماعی امور و فرائض ایسے ہیں جس کی ادائیگی ایک اسلامی ریاست کی موجودگی کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ اس ضمن میں مسلمانوں کے لئے خلافت یعنی اسلامی حکومت کا قیام اولین فرض ہے۔ جس کی ادائیگی کے بعد پورے اسلام پر عمل اور اس کے فرائض کی پوری طرح ادائیگی ناممکن ہے۔ جس طرح اجتماعی فرایض کی ادائیگی انفرادی طور پر سرانجام نہیں دیا جاسکتا اسی طرح اسلامی حکومت کا قیام بھی ایک اجتماعی ذمہ داری ہونے کے ناطے انفرادی طور پر ادا کرنا محال ہے۔

چنانچہ مسلمانوں کے لئے اجتماعی طور نظام خلافت کا قیام ایک دینی فریضہ ہے۔ جس کے ذریعے مسلمانوں کے اجتماعی امور مثلاً حدود اسلام کا قیام، تعزیرات اسلام، برائیوں کا سدباب، ملّی و قومی وحدت، قیام امن اور نظام عدل وانصاف وغیرہ جیسے اہم امور طے پائیں گے۔ اس لئے اسلام کے بیشتر اجتماعی فرائض سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اسلامی ریاست یعنی حکومت و خلافت کا وجود ایک بنیادی دینی ضرورت ہے۔

موجودہ زمانہ میں اسلام کے اپنے وجود کے اعتبار جزئی طور پر موجود ہے۔ اسلام کا کلی طور پر موجود نہ ہونے کی وجہ اس کے بیشتر اجتماعی امور پر عمل اور فرائض کی عدم ادائیگی ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے ہر وہ عمل جس پر کسی فرض کا دارومدار ہو اور جس کے نہ کرنے کی بنا پر ایک فرض ادا نہ ہو سکتا ہو تو اس عمل کا کرنا بھی فرض ہو جاتا ہے۔ جس طرح کہ ایک شرعی قاعدہ سے واضح ہے کہ:

مالایتم الواجب الا به فهو واجب۔[2]

---

[1] النظام القضائی، تنفیذ الحکم ووسائله (السعودیه: الکتاب منشور علی موقع وزارة الأوقاف السعودیة بدون بیانات)، ص 64.
Al-Niẓām al-Qadhā'ī, Tanfīdh al-Ḥukm wa Wasā'ilah (Saudi Arabia: Al-Kitāb, published on the Ministry of Awqāf Saudi Arabia website without data), p. 64.

[2] محمد حسن عبد الغفار: تیسیر اصول الفقه للمبتدئین (دروس صوتیة قام بتفریغها موقع الشبکة الاسلامیة) ج 2، ص 14.
Muḥammad Ḥasan ‘Abd al-Ghafār: Taysīr Uṣūl al-Fiqh li-l-Mubtadi'īn (Audio lectures transcribed by the Islamic Network website), vol. 2, p. 14.

"جس عمل کے کئے بغیر واجب ادا نہ ہو سکے تو پھر اس کا کرنا بھی واجب ہے"۔

چونکہ خلافت کی عدم موجودگی میں تقریباً تمام اجتماعی امور و احکامات پر عمل درآمد نہیں ہو سکتا اس لئے ائمہ اور فقہاء اسلام نے قیام خلافت کو "أمُّ الفرائض" قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِىٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَـقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ۔ [1]

"وہی وہ ذات ہے جس نے بھیجا اپنا رسول ہدایت اور دین حق کیساتھ تاکہ غالب کر دے اسے تمام ادیان پر خواہ (یہ بات) مشرکوں کو کتنی ہی ناگوارہ ہو"۔

قرآن کریم سے واضح ہوتا ہے کہ دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کروانے کے لئے بھجا گیا ہے۔ اب غلبہ اور اظہار دین کے لئے سب سے پہلے ایک اجتماعی قوت اور طاقتور ریاست کے ساتھ مضبوط حکومت کی ضرورت ہوگی۔ چنانچہ امام ابن تیمیہؒ نے وضاحت فرمائی ہے کہ ریاست (خلافت) کی زبردست طاقت کے بغیر دین خطرے میں ہوتا ہے اور الہامی قوانین (شریعت) کے نفاذ کے بغیر ریاست جابرانہ ادارہ بن جاتی ہے۔

اسلامی حکومت یا خلافت کا لزوم رسول اللہ ﷺ کے احادیث مبارکہ سے واضح ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

مَن خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا حُجَّةَ لَهُ، وَمَن مَاتَ وَلَيسَ فِي عُنُقِه بَيعَة، مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً۔ [2]

"جو شخص (امیر کی) اطاعت سے اپنا ہاتھ کھینچ لے تو قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوگی۔ اور جو کوئی اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں بیعت (کا طوق) نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرا"۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں پر خلافت کے بغیر کوئی دور نہ گزرے اس لئے ان پر پر لازم قرار دیا گیا کہ خلیفہ کی بیعت کا طوق ہر مسلمان کی گردن میں ہو۔ چنانچہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ خلیفہ کا تقرر اور خلافت کا ہونا امت مسلمہ کا ایک دینی فریضہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] سورة التوبه .9:33

Sūrat al-Tawbah 9: 33.

[2] امام مسلم، مسلم بن حجاج: صحيح المسلم، كِتَاب الْإِمَارَةِ، باب: وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن، وفي كل حال وتحريم الخروج على الطاعة، ج 3، ص 1478، رقم الحديث 1851.

Imām Muslim, Muslim ibn Ḥajjāj: Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-ʻImārah, Bāb: Wujūb Mulāzamat Jamāʻat al-Muslimīn ʻInda Ẓuhūr al-Fitan, wa fī Kulli Ḥāl wa Taḥrīm al-Khurūj ʻAlā al-Ṭāʻah, vol. 3, p. 1478, hadith no. 1851.

مَن كَرِهَ مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا فَلْيَصْبِرْ عَلَيْهِ، فَإِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ يَخْرُجُ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْرًا، فَمَاتَ عَلَيْهِ إِلَّا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً۔ [1]

"جس نے اپنے امیر کی کسی چیز کو ناپسند کیا تو لازم ہے کہ وہ اس پر صبر کرے۔ کیونکہ لوگوں میں سے جس نے بھی سلطان (یعنی شرعی اتھارٹی) کی اطاعت سے بالشت برابر بھی خروج کیا اور وہ اس حالت میں مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا"۔

اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اپنے اوپر ایک ایسے امیر اور حاکم کو مقرر کرنا واجب ہے جس کی ہر معروف میں اطاعت کی جائے۔ اس لئے تو اسلام میں بغاوت کو حرام ٹھہرایا گیا۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس کی حدیث میں ہے:

مَنْ رَأَى مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَصْبِرْ عَلَيْهِ، فَإِنَّهُ مَن فَارَقَ الجَمَاعَةَ شِبْرًا فَمَاتَ إِلَّا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً۔ [2]

"جو شخص اپنے امیر کے کسی ناپسندیدہ کام کو دیکھے تو اس پر صبر کرے۔ کیونکہ جس نے بھی جماعت سے بالشت بھر علیحدگی اختیار کی اور اس حالت میں مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا"۔

ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں پر خلیفہ کی تقرر اور اس کی اطاعت کو لازم کر دیا گیا ہے۔ اسلام میں نظام خلافت کے قیام کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے امراء اور خلفاء کی اطاعت اور ان کی خلافت میں نزاع کرنے والوں سے قتال کا حکم دیا ہے۔

جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

وَمَنْ بَايَعَ إِمَامًا فَأَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَدِهِ وَثَمَرَةَ قَلْبِهِ، فَلْيُطِعْهُ إِنِ اسْتَطَاعَ، فَإِنْ جَاءَ آخَرُ يُنَازِعُهُ فَاضْرِبُوا عُنُقَ الآخَرِ۔ [3]

---

[1] امام مسلم، مسلم بن حجاج: صحیح المسلم، ج 3، ص 1478، رقم الحدیث 1849۔
Imām Muslim, Muslim ibn Ḥajjāj: Ṣaḥīḥ Muslim, vol. 3, p. 1478, hadith no. 1849.

[2] امام مسلم، مسلم بن حجاج: صحیح المسلم، كِتَابُ الْإِمَارَةِ، باب: وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن، وفي كل حال وتحريم الخروج على الطاعة، ج 3، ص 1477، رقم الحديث 1849۔
Imām Muslim, Muslim ibn Ḥajjāj: Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-'Imārah, Bāb: Wujūb Mulāzamat Jamā'at al-Muslimīn 'Inda Ẓuhūr al-Fitan, wa fī Kulli Ḥāl wa Taḥrīm al-Khurūj 'Alā al-Ṭā'ah, vol. 3, p. 1477, hadith no. 1849.

[3] امام مسلم، مسلم بن حجاج: صحیح المسلم، كِتَابُ الْإِمَارَةِ، باب: باب وجوب الوفاء ببيعة الخلفاء، الاول فالاول، ج 3، ص 1472، رقم الحديث 1844۔
Imām Muslim, Muslim ibn Ḥajjāj: Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-'Imārah, Bāb: Wujūb al-Wafā' bi-Bay'at al-Khulafā', al-Awwal fāl-Awwal, vol. 3, p. 1472, hadith no. 1844.

"اور جو شخص کسی امام (خلیفہ) کی بیعت کرے تو اسے اپنے ہاتھ کا معاملہ اور دل کا پھل دے دے (یعنی سب کچھ اس کے حوالہ کر دے) پھر اسے چاہیے کہ وہ حسبِ استطاعت اس کی اطاعت بھی کرے۔ اگر کوئی دوسرا شخص آئے اور پہلے خلیفہ سے تنازع کرے تو دوسرے کی گردن اُڑا دو"۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہوا:

اِذَا بُوْیِعَ لِخَلِیْفَتَیْنِ، فَاقْتُلُوا الْآخِرَ مِنْهُمَا۔ [1]

"اگر دو خلفاء کے لیے بیعت کی جائے تو ان میں سے بعد والے کو قتل کر دو"۔

مزید فرماتے ہیں:

مَنْ اَتَاكُمْ، وَاَمْرُكُمْ جَمِیْعٌ، عَلٰى رَجُلٍ وَّاحِدٍ، یُرِیْدُ اَنْ یَّشُقَّ عَصَاكُمْ، اَوْ یُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ، فَاقْتُلُوْهُ۔ [2]

"تم کسی ایک شخص پر (امارت کے لئے) متفق ہو اور کوئی شخص آئے اور تمہاری صفوں میں رخنہ ڈالنا چاہے یا تمہاری جماعت میں تفرقہ ڈالے تو اسے قتل کر دو"

۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی ریاست تمام مسلمانوں کے لئے ایک مرکز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے تو مسلمانوں میں ایک سے زائد خلیفہ اور امیر کی گنجائش نہیں۔ چنانچہ امام شافعیؒ (متوفی: 202ھ) نے اپنی کتاب الرسالہ میں مسلمانوں کا اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ خلیفہ فردِ واحد ہی ہو سکتا ہے۔

اس لئے مسلمانوں کے لئے نظام خلافت قائم کرنا، اس کی حفاظت کرنا، اپنی ملی وحدت کو برقرار رکھنا، نظام۔ خلافت کو چیلنج کرنا ازروئے اسلام قابل مذموم ہے۔ جو دراصل مسلمانوں کے لئے خلافت کے قیام کے ایک اوّلین فریضہ ہونے کا واضح دلیل ہے۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو قائم رکھنے اور اس کی حفاظت کرنے کے لئے مسلمانوں کو اپنی جانیں تک نچھاور کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو حازمؒ پانچ سال تک حضرت ابو ہریرہ کی صحبت میں رہا۔ وہ ان سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] نفس مصدر، ج 3، ص 1480، رقم الحدیث 1853.

Nafs al-Masdar, vol. 3, p. 1480, hadith no. 1853.

[2] نفس مصدر، ج 6، ص 23، رقم الحدیث 1852.

Nafs al-Masdar, vol. 6, p. 23, hadith no. 1852.

كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الأَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَاِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي، وَسَتَكُونُ خُلَفَاءُ فَتَكْثُرُ، قَالُوا: فَمَا تَأْمُرُنَا ﷺ قَالَ: فُوْا بِبَيْعَةِ الأَوَّلِ فَالأَوَّلِ، وَاَعْطُوهُمْ حَقَّهُمْ، فَاِنَّ اللهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ۔ [1]

"بنی اسرائیل کی سیاست انبیاءؑ کرتے تھے۔ جب کوئی نبیؑ وفات پاتا تو دوسرا نبیؑ اس کی جگہ لے لیتا جبکہ میرے بعد کوئی نبیؑ نہیں ہے بلکہ بڑی کثرت سے خلفاء ہوں گے۔ صحابہ نے پوچھا: آپ ﷺ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم ایک کے بعد دوسرے کی بیعت کو پورا کرو اور انہیں ان کا حق ادا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے ان کی دیکھ بھال کی ذمہ داری کے بارے میں پوچھے گا جو اُس نے انہیں دی"۔

حضور کی وفات کے بعد خلافت تیس سال بر قرار رہی لیکن ان کو چلانے والے انفرادی طور پر اس مقام پر فائز نہ تھے جو خلفاء راشدین کا تھا نیز گردش زمانہ اور زمانہ خلافت کے بُعد کی وجہ سے اسلامی نظام کے نفاذ میں بھی کمزوریاں واقع ہوئیں۔

اس لئے آپ ﷺ نے پہلے تیس سالہ دور کو "راشدہ" کے لاحقے کے ذریعے بقیہ خلافت کے ادوار سے ممتاز فرمایا۔ علماء اسلام مسلمانوں کے لئے نظام خلافت کی فرضیت کا استدلال قرآن کریم سے کرتے ہیں:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ۔ [2]

"اور جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ (احکامات) کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو ایسے لوگ ہی کافر ہیں"۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ [3]

"اور جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ (احکامات) کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو ایسے لوگ ہی ظالم ہیں"۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ [4]

---

[1] امام مسلم، مسلم بن حجاج: صحيح المسلم، كِتَابُ الإِمَارَةِ، بَابُ إِذَا بُويِعَ لِخَلِيفَتَيْنِ، الاول فالاول، ج 3، ص 1471، رقم الحديث 1842.

Imām Muslim, Muslim ibn Ḥajjāj: Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-ʻImārah, Bāb: Idhā Būʻiʻa li-Khalīfatayn, al-Awwal fāl-Awwal, vol. 3, p. 1471, hadith no. 1842.

[2] سورۃ المائدہ. 5:44.

Sūrat al-Mā’idah 5: 44.

[3] سورۃ المائدہ. 5:45.

Sūrat al-Mā’idah 5: 45.

[4] سورۃ المائدہ. 5:47.

"اور جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ (احکامات) کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو ایسے
لوگ ہی فاسق ہیں"۔

ان آیات کریمہ میں صریح طور پر بتایا گیا ہے کہ اللہ کے قوانین کے ذریعے حکومت مندوب یا مستحب نہیں بلکہ عین ایک فرض عمل ہے۔ما انزل اللہ (اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ) کے ذریعے نظام حکومت چلانے کا حکم ہے۔ اس لئے خلافت ہی وہ واحد اسلامی نظام حکومت ہے جسے سنت اور اجماع صحابہؓ سے ثابت کیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ " وَسَتَكُونُ خُلَفَاءُ فَتَكْثُرُ "[1] سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نبوت کے بعد کثیر خلفاء کے ہونے کی خوش خبری سنائی ہے اور مسلمانوں کو ایک کے بعد ایک خلیفہ کی بیعت کرکے اس سلسلے کو قائم رکھنے کا حکم دیا ہے۔ نیز بیعت کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے کئی احادیث مبارکہ سے مسلمانوں کے لئے خلیفہ کی اطاعت اور خلافت کے قیام کی تلقین ثابت ہوتا ہے۔اسی طرح ما انزل اللہ کے برعکس کوئی بھی نظام اور حکومت اس حدیث کے ضد میں ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

كُلُّ عَمَلٍ لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ۔[2]

"ہر وہ عمل جس پر ہمارا حکم نہیں، تو وہ مردود ہے"۔

اسلام کا نظامِ حکومت اور پورا ریاستی ڈھانچہ ما انزل اللہ کا عملی تعبیر ہوتا ہے۔کیونکہ اسلام ایک کامل دین کی حیثیت سے اپنے سیاسی نظام کے تحت معاشی، معاشرتی، اخلاقی اور دفاعی نظام رکھتا ہے چنانچہ اسلام جس ریاست کا ظہور چاہتا ہے اس کا مرکز و محور ما انزل اللہ کے اصول کے تحت قرآن وسنت رہے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَآ أَنزَلَ اللَّهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ۔[3]

"پس ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ (احکامات) کے مطابق فیصلہ کریں
اور جو حق آپ کے پاس آیا ہے اس کے مقابلے میں ان کی خواہشات کی پیروی نہ
کریں"۔

Sūrat al-Mā’idah 5: 47.

[1] امام مسلم، مسلم بن حجاج: صحیح المسلم، کتاب الأقضیة، باب نقض الأحکام الباطلة ورد محدثات الأمور، ج 3، ص 1343، رقم الحدیث 1718.

Imām Muslim, Muslim ibn Ḥajjāj: Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Aqdiyah, Bāb: Naqd al-Aḥkām al-Bāṭilah wa Radd al-Muḥdathāt al-Umūr, vol. 3, p. 1343, hadith no. 1718.

[2] امام مسلم، مسلم بن حجاج: صحیح المسلم، کتاب الأقضیة، باب نقض الأحکام الباطلة ورد محدثات الأمور، ج 3، ص 1343، رقم الحدیث 1718.

Imām Muslim, Muslim ibn Ḥajjāj: Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Aqdiyah, Bāb: Naqd al-Aḥkām al-Bāṭilah wa Radd al-Muḥdathāt al-Umūr, vol. 3, p. 1343, hadith no. 1718.

[3] سورۃ المائدہ 5:48.

Sūrat al-Mā’idah 5: 48.

آیت سے واضح ہے کہ اسلام کا نظام اور قانون عوام کی اکثریت واقلیت کی اثر قبول کرنے کے بجائے اپنے اصول و قواعد کو قبول کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور نہ کسی کو خواہش و آرزو کو قبول کرتا ہے۔ جس طرح کہ ارشاد ہوا:

وَاِنۡ تُطِعۡ اَکۡثَرَ مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ یُضِلُّوۡکَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ۔۔۔ [1]

"اور (اے محمد ﷺ!) اگر آپ لوگوں کی اکثریت کے کہنے پر چلیں، جو زمین میں بستے ہیں، تو وہ آپ کو اللہ کے راستہ سے بھٹکا دیں گے۔۔"۔

یہ آیت موجودہ جمہوری نظام کے بنیادی فلسفے کو یکسر مسترد کر دیتا ہے۔ البتہ اسلام خلیفہ وقت کچھ مباح معاملات میں فیصلوں کا اختیار ضرور دیتا ہے۔ ایک اور آیت میں نہ صرف خلافت کی موجودگی اور اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکومت کرنے کو فرض قرار دیا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو سختی کے ساتھ خبردار بھی کیا ہے کہ مسلمان کبھی بھی ایسی مفاہمت اور سمجھوتے کا حصہ نہیں بنیں گے جس میں اسلام کے احکامات کو نظر انداز کیا جاتا ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَنِ احۡکُمۡ بَیۡنَہُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ وَلَا تَتَّبِعۡ اَہۡوَآءَہُمۡ وَاحۡذَرۡہُمۡ اَنۡ یَّفۡتِنُوۡکَ عَنۡۢ بَعۡضِ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ اِلَیۡکَ۔ [2]

اور یہ کہ (آپ ﷺ) ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ (احکامات) کے مطابق فیصلہ کریں اور ان کی خواہشات کی پیروی کبھی نہ کیجئے گا۔ اور ان سے محتاط رہیں کہ کہیں یہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ بعض (احکامات) کے بارے میں آپکو فتنے میں نہ ڈال دیں"۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

اَفَتُؤۡمِنُوۡنَ بِبَعۡضِ الۡکِتٰبِ وَتَکۡفُرُوۡنَ بِبَعۡضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنۡ یَّفۡعَلُ ذٰلِکَ مِنۡکُمۡ اِلَّا خِزۡیٌ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَیَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ یُرَدُّوۡنَ اِلٰۤی اَشَدِّ الۡعَذَابِ۔ [3]

"کیا تم کتاب کے کچھ حصے پر ایمان رکھتے ہو اور کچھ حصے کا انکار کرتے ہو؟ اور جو شخص ایسا کریگا تو دنیا میں اس کے لئے رسوائی ہے اور آخرت کے دن ان لوگوں کو سخت ترین عذاب کی طرف لوٹایا جائیگا"۔

---

[1] سورۃ الانعام. 6:116.

Sūrat al-An'ām 6: 116.

[2] سورۃ المائدہ. 5:49.

Sūrat al-Mā'idah 5: 49.

[3] سورۃ البقرۃ. 2:85.

Sūrat al-Baqarah 2: 85.

نیز اللہ تعالیٰ نے بڑی تاکید کے ساتھ نبی ﷺ کو دین اور وحی میں سمجھوتے اور مفاہمت کرنے سے روکا:

وَاِن كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِیْ اَوْحَیْنَا اِلَیْكَ لِتَفْتَرِیَ عَلَیْنَا غَیْرَهٗ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِیْلًا وَلَوْلَا اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَیْهِمْ شَیْـًٔا قَلِیْلًا اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَیٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَیْنَا نَصِیْرًا۔ [1]

"اور اے پیغمبر ﷺ جو وحی ہم نے آپ کی طرف بھیجی ہے قریب تھا کہ یہ (کافر) لوگ آپ کو اس سے بچلا دیں تاکہ آپ اس کے سوا اور باتیں ہماری نسبت بنا لو۔ اور اس وقت وہ آپ کو دوست بنا لیتے۔ اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رہنے دیتے تو آپ کسی قدر ان کی طرف مائل ہونے ہی لگے تھے۔ اس وقت ہم آپ کو زندگی میں دونا اور مرنے پر بھی دونا مزا چکھاتے پھر آپ ہمارے مقابلے میں کسی کو اپنا مددگار نہ پاتے"۔

اس سے یہ بات بھی اخذ کی جاسکتی ہے کہ دین اسلام خلافت کے علاوہ کسی بھی دوسرے نظام کا قایل نہیں۔ خلافت اور اسلامی حکومت کا استدلال اولو الامر (صاحبِ اقتدار) کی اطاعت سے بھی ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اولو الامر ہی تو اہل حکومت و اقتدار ہوتے ہیں۔ جن کی اطاعت مسلمانوں پر فرض کی گئی ہے۔

ارشاد ہے:

یَآاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔ [2]

"اے ایمان والو! اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے اولوالامر (حکمرانوں) کی بھی"۔

چنانچہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اولو الامر کا ہونا واجب ہے۔ کیونکہ جس کی وجود ہی نہ تو اس کی اطاعت کا حکم کیوں دیا جاتا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اولوالامر کی اطاعت کا حکم دیا تو اس کے وجود کا حکم بھی ہے۔ کیونکہ اولو الامر کے وجود پر شرعی حکم کا دارو مدار ہے اور اس کے نہ ہونے کی صورت میں شرعی حکم ضائع ہو جاتا ہے۔ لہٰذا پہلے اولو الامر کا موجود ہونا فرض ہے۔

سیرت طیبہ ﷺ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے مکی دور میں انفرادی طور پر اسلام کی طرف بلانے کے ساتھ ساتھ ریاست کے قیام کے لئے عملی جدوجہد کرتے ہوئے بھی پاتے ہیں۔ اس کی صورت یہ تھی کہ آپ ﷺ نے مکہ میں اسلام کے بنیادی ابتدائی احکام کو اس وقت کے رائج نظام کے مقابلے میں پیش کیا۔ اگرچہ اس وقت اس کی پہلو صرف تبشیر، تنذیر تھی۔ لیکن اصلاح

[1] سورۃ بنی اسرائیل 17: 75–73.

Sūrat al-Isrā' 17: 75–73.

[2] سورۃ النساء 4: 59.

Sūrat al-Nisā' 4: 59.

عقاید و نظریات، حسن اخلاق، عبادت، امانت و دیانت اور آداب و طرز زندگی ہی ایک ریاست کے قیام کے بنیادی اجزاء ہی ہوتے ہیں۔

کفار مکہ اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ آپ ﷺ کا پیغام محض چند عقائد یا رسوم و عبادات کا نہیں۔ اور نہ یہ چند آداب اور اخلاقی اصولوں پر مبنی ایک مذہب ہے۔ بلکہ وہ جانتے تھے کہ یہ ایک آفاقی پیغام ہے جو صرف ایک اللہ کو ماننے اور اس کے رسول کے ماننے پر اس کے تقاضے پورے نہیں ہوتے۔ بلکہ اس کے ساتھ واحد لاشریک، الہ رب اور مالک و حاکم ماننے کا تقاضا بھی کرتا ہے۔ جس کے اثرات خود بخود معیشت، معاشرت، حکومت، عدالت، تعلیم تربیت غرض یہ کہ زندگی کے تمام امور و معاملات میں عملاً نافذ کرنے کا خواہاں ہے۔ در حقیقت یہی "لا الہ الا اللہ" کا حقیقی تقاضا اور "اُدخلوا فی السلم کآفۃ" کا درست مفہوم ہے۔ "لا الہ الا اللہ" پڑھنے اور اسے قبول کرنے والا کبھی بھی سیاست، حکومت، معیشت، معاشرت، عدالت اور جملہ امور حیات اور معاملات زندگی میں ایک سے زائد خداؤں کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ اس اقرار کا تقاضا "اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ" حاکمیت و اقتدار اعلیٰ تو صرف اللہ ہی کے لئے ہے" ہے۔ قریش مکہ اسلام سے پہلے ایک رب پر محض من جملہ مطلق ایمان رکھنے والوں سے کبھی نہیں لڑے۔ کیونکہ اس دور میں کئی لوگ دین حنیف پر قائم تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ دین حنیف پر قایم ہونے کے ساتھ کسی نئے نظام کے داعی نہ تھے۔ بلکہ صرف پوجا پاٹ اور پرستش کی حد تک توحید کے قائل تھے۔ لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے توحید کو اس کے معانی اور مطالب کے ساتھ پیش کیا۔ تو اسمیں انہیں ایک مکمل اور مربوط و متبادل نظام کا جھلک نظر آیا۔ اس لئے قریش مکہ نے اسلام کو اپنی حاکمیت اور اقتدار کے لئے ایک کھلا خطرہ اور چیلنج سمجھا۔

قریش مکہ نے جب آپ ﷺ کو اپنے مقاصد میں ثابت قدم پایا تو انہوں نے آپ ﷺ کو اپنی روش سے ہٹانے کے لئے پیشکش کرنا شروع کر دیں تاکہ مفاہمت اور سمجھوتے کے ذریعے آپ کی عالمگیر دعوت کا راستہ روکا جاسکے۔ اس ضمن میں آپ ﷺ کو مال، عورتوں اور یہاں تک کہ بادشاہت تک کی پیشکش کی گئی۔ لیکن آپ ﷺ نے اس قسم کی کسی مفاہمت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔[1] ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔[2]

---

[1] محمد بن اسحاق: سیرت ابن اسحاق، باب ما نال اصحاب رسول اللہ من البلاء و لجھد (بیروت: دار الفکر، طبع اول، 1978ء) ج 3، ص 154

Muḥammad ibn Isḥāq: Sīrat Ibn Isḥāq, Bāb Mā Nāl Aṣḥāb Rasūl Allāh min al-Balā’ wa al-Juhd (Beirut: Dār al-Fikr, 1st ed., 1978), vol. 3, p. 154;

عبدالملک بن ہشام: السیرۃ البنویہ لابن ہشام، باب طلب ابی طالب الیٰ رسول اللہ الکف عن الدعوۃ وجوابہ لہ مادار بین عتبۃ و بین رسول اللہ (مصر: شرکۃ مکتبۃ و مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ، طبع ثانی، 1375ھ) ج 1، ص 266، 293.

‘Abd al-Malik ibn Hishām: Al-Sīrah al-Nabawīyah li-Ibn Hishām, Bāb Ṭalab Abī Ṭālib ilā Rasūl Allāh al-Kaff ‘an al-Da‘wah wa Jawābah Lahu Mā Dār Bayn ‘Utbah wa Bayn Rasūl Allāh (Cairo: Sharikat Maktabah wa Maṭba‘ah Muṣṭafā al-Bābī al-Ḥalabī wa Awlādah, 2nd ed., 1375 AH), vol. 1, pp. 266, 293.

[2] سورۃ البقرۃ 2:42.

Sūrat al-Baqarah 2: 42.

"باطل کا رنگ چڑھا کر حق کو مشتبہ نہ بناؤ اور نہ جانتے بوجھتے حق کو چھپانے کی کوشش کرو"۔

رسول اللہ ﷺ اسی خالص اسلام کے نفاذ کے لئے نہ کسی قسم کے کے سمجھتے کا حصہ بنے اور نہ کسی "دار الندوہ" میں شمولیت اختیار کیا۔ بلکہ اسلامی ریاست کی قیام کے لئے مکہ کے گلی کوچوں میں اپنی فکری اور دعوتی جدوجہدر کھی۔ جو آپ کی سیاسی پالیسی کا حصہ تھی۔ آپ ﷺ نے اس وقت کے معاشرے رائج ظالمانہ معاشرتی نظام کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ یہاں تک کہ قریش کے سرداروں کی سیاسی ساکھ اور پالیسیوں پر کڑی تنقید کی۔ جس کی تائید و نصرت میں نزول قرآن کا سلسلہ بھی جاری رہا:

تَبَّتۡ يَدَآ أَبِي لَهَبٖ وَتَبَّ۔ [1]

"ٹوٹ گئے ابولہب کے ہاتھ اور نامراد ہو گیا وہ"۔

آپ ﷺ نے مکی زندگی کے دوران ایک ریاست کے قیام کی عملی جدوجہد کی ہے۔ ابن ہشامؒ نے امام زہریؒ سے کچھ یوں روایت کیا ہے:

أَنَّهُ أَتَى بَنِي عَامِرِ بْنِ صَعْصَعَةَ، فَدَعَاهُمْ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَعَرَضَ عَلَيْهِمْ نَفْسَهُ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنْهُمْ۔ يُقَالُ لَهُ: بَيْحَرَةُ ابْنُ فِرَاسٍ. قَالَ ابْنُ هِشَامٍ: فِرَاسُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَمَةَ (الْخَيْرِ) بْنِ قُشَيْرِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ عَامِرِ بْنِ صَعْصَعَةَ۔: وَاللهِ، لَوْ أَنِّي أَخَذْتُ هَذَا الْفَتَى مِنْ قُرَيْشٍ، لَأَكَلْتُ بِهِ الْعَرَبَ، ثُمَّ قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ نَحْنُ بَايَعْنَاكَ عَلَى أَمْرِكَ، ثُمَّ أَظْهَرَكَ اللهُ عَلَى مَنْ خَالَفَكَ، أَيَكُونُ لَنَا الْأَمْرُ مِنْ بَعْدِكَ ؟ قَالَ: الْأَمْرُ إِلَى اللهِ يَضَعُهُ حَيْثُ يَشَاءُ، قَالَ: فَقَالَ لَهُ: أَفَتُهْدَفُ نُحُورُنَا لِلْعَرَبِ دُونَكَ، فَإِذَا أَظْهَرَكَ اللهُ كَانَ الْأَمْرُ لِغَيْرِنَا! لَا حَاجَةَ لَنَا بِأَمْرِكَ، فَأَبَوْا عَلَيْهِ.[2]

"آپ ﷺ بنی عامر بن صعصعہ کے پاس گئے اور انہیں اللہ عزوجل کی طرف دعوت دی اور ان پر اپنے آپ کو پیش کیا (یعنی نصرۃ طلب کی)۔ تو ان میں سے ایک شخص (جسے بیحرۃ بن فراس کہا جاتا تھا) نے کہا: اگر یہ شخص میری مٹھی میں آجائے تو میں اس کے ذریعے پورے عرب کو کھا جاؤں۔ پھر اس نے آپ

---

[1] سورۃ اللھب 111:1.

Sūrat al-Lahab 111: 1.

[2] عبدالملک بن ہشام: السیرۃ البنویہ لابن ہشام، باب طلب ابی طالب الیٰ رسول اللہ الکف عن الدعوۃ وجوابہ لہ مادار بین عتبۃ و بین رسول اللہ، ج 1، ص 25–424.

‘Abd al-Malik ibn Hishām: Al-Sīrah al-Nabawīyah li-Ibn Hishām, Bāb Ṭalab Abī Ṭālib ilā Rasūl Allāh al-Kaff ‘an al-Da‘wah wa Jawābah Lahu Mā Dār Bayn ‘Utbah wa Bayn Rasūl Allāh, vol. 1, pp. 25–424.

صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کہا: "آپ کیا کہتے ہیں کہ اگر ہم آپ کے "امر" (حکومت) پر آپ کی بیعت کر لیں اور پھر اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے مخالفوں پر فتح عطا فرما دے تو کیا آپ کے بعد یہ "امر" (یعنی حکومت) ہمیں ملے گی؟ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: "امر" (حکمرانی) اللہ تعالیٰ کی ہے وہ جسے چاہے اسے سونپ دے۔ اس پر اس شخص نے کہا: کیا ہم آپ کے لئے عربوں کے تیروں سے اپنے سینے چھلنی کرائیں اور پھر جب آپ کامیاب ہو جائیں تو حکمرانی ہمارے علاوہ کسی اور کو ملے؟! نہیں ہمیں آپ کے "امر" کی کوئی ضرورت نہیں تو انہوں نے انکار کر دیا"۔

عرب قبائل خوب جانتے تھے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان قبائل سے کس قسم کی مدد و نصرت طلب کر رہے ہیں۔ وہ جانتے تھے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم در حقیقت ایک ریاست قائم کرنے کے لئے مدد طلب کر رہے ہیں۔ جس کی سربراہی آپ خود کریں گے۔ اور جس کی حفاظت کے لئے ان قبائل کو تمام عرب سے لڑنا پڑے گا۔ لیکن ان کا خیال یہ تھا کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد امر (یعنی حکومت) کس کے ہاتھ ہو گا۔ اگر تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم زمام کار کی ضمانت دے دیتے تو بنو عامر کا قبیلہ نصرت و مدد دینے کے لئے تیار تھا۔ لیکن چونکہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قبائل سے بغیر کسی دنیوی منفعت و فائدے کے محض اللہ کی رضا اور جنت کے عوض مدد کے طالب تھے اسی لئے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بنو عامر کی حکومت حاصل کرنے کی شرط مسترد کر دی۔

کتب سیرت میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا چالیس سے زائد قبائل سے نصرت طلب کرنا مذکور ہے۔ سیرت ابن ہشام مدینہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے حوالے سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی گئی ہے:

فَلَمَّا اطْمَأَنَّتْ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَارُهُ، وَأَظْهَرَ اللهُ بِهَا دِينَهُ، وَسَرَّهُ بِمَا جَمَعَ إِلَيْهِ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ مِنْ أَهْلِ وِلَايَتِهِ.[1]

"جب رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو مدینہ میں اطمینان ہو گیا اور انہیں تمکین حاصل ہو گئی اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مہاجرین بھائی اپنے انصاری بھائیوں کے ساتھ مدینہ میں اکٹھے ہو گئے تو اسلام مضبوطی سے قائم ہو گیا۔ (پس نماز قائم کی گئی، زکوٰۃ اور صوم فرض قرار پائے، حدود نافذ ہوئیں، حلال و حرام کا تعین ہوا اور اسلام ان کے مابین طاقتور ہو گیا)"۔

چنانچہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مکی زندگی کا محور لوگوں کو انفرادی طور پر مسلمان بنانے کے ساتھ ساتھ اسلامی ریاست کے قیام کے فریضے کے لئے جدوجہد کرنا تھا تاکہ اسلام کو بحیثیت نظام عملی طور پر پورے معاشرے پر نافذ کیا جاسکے۔ نیز اس اسلامی ریاست کو مرکز بناتے ہوئے اسلام کی دعوت کو پورے عالم تک پھیلانے کی سعی کی جاسکے۔

---

[1] امام ابن ہشام، ابو محمد عبدالملک بن ہشام: السيرة النبوية لابن ہشام، ج1، ص507

رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد صحابہ کرام نے بھی اسلامی ریاست یعنی خلافت کی بقاء کو ایک اہم ترین فریضہ سمجھا۔ اس کی واضح ثبوت آپ ﷺ کے وصال کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ میں خلیفہ کے انتخاب کے لئے جمع ہونا تھا۔ جب کہ آپ ﷺ کے جسد پاک کی تجہیز و تدفین کو مؤخر کر دیا تھا۔ حالانکہ اسلام میں تجہیز و تدفین کی جلد از جلد کروانے کا حکم ہے۔[1] لیکن اکابر صحابہ جن میں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت ابو عبیدہ اور حضرت سعد بن عبادہ شامل انصار کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع تھے۔[2]

صحابہ سے بڑھ کر اسلام اور شریعت کو کوئی نہیں جانتا اور نہ ہی ان سے بڑھ کر شریعت کا کوئی پابند ہو سکتا ہے۔ چنانچہ یہ صرف اسی وقت ممکن ہے جب تمام صحابہ ایسی حدیث جانتے ہوں جس کے مطابق خلیفہ کا انتخاب رسول اللہ ﷺ کی تجہیز و تدفین سے بھی بڑھ کر اہم اور فوری فریضہ ہو۔ اس سے خلافت کی فرضیت، اہمیت اور ضرورت واضح ہو جاتی ہے۔

امام الہیثمیؒ (متوفی: 807ھ) کے مطابق صحابہ کرام اس بات پر متفق تھے کہ دور نبوتؐ کے خاتمے پر امام کا انتخاب واجب تھا۔ بلاشبہ انہوں نے اس فرض کو دیگر تمام فرائض پر فوقیت دی اور رسول اللہ ﷺ کی تدفین کے بجائے اس (فرض کی تکمیل) میں جُت گئے۔[3]

خلافت کی اہمیت اور اس کی فرضیت کے بارے اجماع صحابہ سے ایک اور دلیل حضرت عمر فاروق کے عمل سے بھی ملتی ہے۔ کہ آپ نے اپنے وفات سے قبل عشرہ مبشرہ میں سے چھ صحابہ کو بطور شوریٰ نامزد کر کے تین دن میں خلیفہ چننے کے لئے حکم دیا تھا۔[4] صحابہؓ کا اجماع اس بات کی دلیل ہے کہ تمام صحابی شریعت کا یہ حکم جانتے تھے کہ خلیفہ کی تقرری تین دن کے اندر ہونا لازمی ہے۔

فقہی مباحث میں خلیفہ کے لیے "امام" کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے، جیسا کہ احادیث مبارکہ میں بھی امام کا لفظ خلیفہ کے لئے مذکور ہے۔ امام جزیریؒ (1360ھ) الفقہ علی المذاہب الاربعۃ میں فرماتے ہیں:

---

[1] امام مسلم، مسلم بن حجاج: صحیح المسلم، كِتَابُ الْجَنَائِزِ، بابُ الإِسْرَاعِ بِالْجَنَازَةِ، رقم الحدیث 2186.

Imām Muslim, Muslim ibn Ḥajjāj: Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Janā’iz, Bāb al-Isrā‘ bi-l-Janāzah, hadith no. 2186.

[2] امام بخاری، محمد بن اسماعیل البخاری: صحیح البخاری، كِتَابُ فَضَائِلِ الصحابة، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا، رقم الحدیث 3668.

Imām al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismā‘īl al-Bukhārī: Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb Faḍā’il al-Ṣaḥābah, Bāb Qawl al-Nabī Ṣallā Allāh ‘alayh wa Sallam: Law Kuntu Mutakhidhān Khalīlān, hadith no. 3668.

[3] امام ابن حجر ہیتمی، ابو العباس احمد بن محمد: الصواعق المحرقة على أهل الرفض والضلال والزندقة، مؤسسة الرسالة (بیروت: طبع أول، 1997ء)، ج 1، ص 25.

Imām Ibn Ḥajar al-Ḥaytamī, Abū al-‘Abbās Aḥmad ibn Muḥammad: Al-Ṣawā‘iq al-Muḥriqah ‘alā Ahl al-Rafḍ wa al-Ḍalāl wa al-Zandaqah, (Beirut: Maktabah al-Risālah, 1st ed., 1997), vol. 1, p. 25.

[4] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر: البداية والنهاية، ج 10، ص 208.

Ibn Kathīr, Ismā‘īl ibn ‘Umar: Al-Bidāyah wa’l-Nihāyah, vol. 10, p. 208.

اتفق الأئمة رحمهم الله تعالى على: أن الإمامة فرض، وأنه لا بد للمسلمين من إمام يقيم شعائر الدين وينصف المظلومين من الظالمين وعلى أنه لا يجوز أن يكون على المسلمين في وقت واحد في جميع الدنيا إمامان، لا متفقان، ولا مفترقان۔[1]

"چاروں امام (امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) اس بات پر متفق ہیں کہ امامت (خلافت) ایک فرض ہے اور مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ ایک امام (خلیفہ) کا انتخاب کریں جو دین کے احکامات نافذ کرے اور مظلوموں کو ظالموں کے خلاف انصاف فراہم کرے۔ مسلمانوں کے لئے دنیا میں بیک وقت دو اماموں (خلفاء) کا ہونا حرام ہے خواہ ایسا باہمی رضامندی سے ہو یا تنازعے کے نتیجے میں"۔

امام قرطبی سورۃ البقرۃ کی آیت 30 کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

هَذِهِ الْآيَةُ أَصْلٌ فِي نَصْبِ إِمَامٍ وَخَلِيفَةٍ يُسْمَعُ لَهُ وَيُطَاعُ، لِتَجْتَمِعَ بِهِ الْكَلِمَةُ، وَتَنْفُذُ بِهِ أَحْكَامُ الْخَلِيفَةِ. وَلَا خِلَافَ فِي وُجُوبِ ذَلِكَ بَيْنَ الْأُمَّةِ وَلَا بَيْنَ الْأَئِمَّةِ۔[2]

"یہ آیت امام اور خلیفہ کے انتخاب کے لئے ماخذ ہے۔ جس کو سنا جائے اور اس کی اطاعت کی جائے۔ کیونکہ دنیا اس کے ذریعے وحدت اختیار کرتی ہے اور خلافت کے قوانین اس کے ذریعے سے نافذ ہوتے ہیں۔ اور اس کے فرض ہونے میں امت اور آئمہ کرام کے مابین کوئی اختلاف نہیں ماسوائے معتزلہ کے"۔

امام ابن تیمیہؒ اپنی کتاب السياسته الشرعية کے باب "حکمران کی اطاعت کی فرضیت" میں فرماتے ہیں:

فَأَوْجَبَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَأْمِيرَ الْوَاحِدِ فِي الِاجْتِمَاعِ القليل العارض في السفر، تنبيها بذلك عَلَى سَائِرِ أَنْوَاعِ الِاجْتِمَاعِ. وَلِأَنَّ اللهَ تَعَالَى أَوْجَبَ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَلَا يَتِمُّ ذَلِكَ إِلَّا بِقُوَّةٍ وَإِمَارَةٍ. وَكَذَلِكَ سَائِرُ مَا

---

[1] امام جزری، عبد الرحمن بن محمد عوض الجزری: الفقه على المذاهب الأربعة (مؤسسة الرسالة، 1997ء)، ج 5، ص 197.
Imām al-Jazarī, ‘Abd al-Raḥmān ibn Muḥammad ‘Awad al-Jazarī: Al-Fiqh ‘Ala al-Madhāhib al-Arba‘ah (Maktabat al-Resālah, 1997), vol. 5, p. 197.

[2] امام قرطبی، محمد بن احمد: الجامع لاحکام القرآن (دار احیاء التراث العربي، 1985ء)، ج 1، ص 261.
Imām al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad: Al-Jāmi‘ li-Aḥkām al-Qur’ān (Dār Iḥyā’ al-Turāth al-‘Arabī, 1985), vol. 1, p. 261.

أَوْجَبَهُ مِنَ الْجِهَادِ وَالْعَدْلِ وَإِقَامَةِ الْحَجِّ وَالْجُمَعِ وَالْأَعْيَادِ وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ. وَإِقَامَةِ الْحُدُودِ لَا تَتِمُّ إِلَّا بِالْقُوَّةِ وَالْإِمَارَةِ۔[1]

"یہ جاننا فرض ہے کہ عوام الناس پر حکومتی اختیارات کا حامل عہدہ یعنی خلافت کا عہدہ دین کے اہم ترین فرائض میں سے ایک ہے۔ ائمہ و مجتہدین کی رائے سے بھی پتہ چلتا ہے کہ دین کا نفاذ اس کے بغیر ناممکن ہے۔ یہی سلف آئمہ کرام مثلاً فضل بن عیاض اور امام احمد بن حنبل وغیرہ کی رائے ہے"۔

اسی طرح امام غزالی نے الاقتصاد فی الاعتقاد میں، علامہ ابن حزم (متوفی: 452ھ) فصل من الملل و النحل میں، امام بغدادیؒ (متوفی: 463ھ) کتاب الفَرَق بین الفِرَق میں اور امام ماوردیؒ الاحکام السلطانیہ میں اس موضوع پر سیر حاصل گفتگو کرکے مسلمانوں پر امام اور خلیفہ کا تقرر فرض قرار دیا ہے۔[2] اسی طرح علامہ ابن خلدونؒ نے بھی وصال رسول ﷺ کے پوراً حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت کی روشنی میں مسلمانوں پر امام اور خلیفہ کا تقرر لازم قرار دیا ہے۔[3]

مذکورہ بحث کے بعد کسی بھی مسلمان کے لئے خلافت کی فرضیت کے بارے میں کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا۔ کیونکہ اسلام ایک ایسا ہمہ گیر، جامع اور کامل دین ہے۔ جو قیامت تک ہر دور اور زمانہ میں ہر قسم کے حالات میں مکمل رہنمائی اور ہدایت کا ذریعہ ہے۔ یہ ایسا جامع اور کامل دین ہے جو گردش زمانہ کے اثر کو کبھی قبول نہیں کرتا تاہم ہر زمانہ کو ضرور موثر کردیتا ہے۔ اسلام ایک ہی مرکزی نظام رکھتا ہے۔ تاہم اس کے ذیلی شعبے مختلف ہیں۔ جس میں فکر و نظر، تہذیب و ثقافت، علم و عمل، تعلیم و تربیت، عبادت و ریاضت، اخلاق و معاشرت، سیاست و ریاست، قانون و معیشت اور معاملات وغیرہ شامل ہیں۔ اسلام جملہ شعبہ ہائے انسانی زندگی میں منفرد اور رہنما اصول رکھتا ہے۔ یہ سارے اگرچہ الگ الگ نظامات نظر آتے ہیں لیکن درحقیقت یہ ایک ہی جامع نظام کے اجزاء یا ادارے ہیں، جو بھی اسے قبول کرکے پیروی کرے گا وہ دنیا میں کامیاب زندگی کی منازل طے کرکے آخرت کی فلاح پر اپنی زندگی کا سفر مکمل کرے گا۔

اسی طرح دین اسلام کے شعبوں میں اسلامی تہذیب بھی ایک اہم اور رونما شعبہ ہے۔ بلکہ اسلام کے کئی ذیلی شعبے اسی ایک شعبہ کے اجزاء اور اس کے عناصر ترکیبی ہیں۔ مثلاً زندگی کا تصور اس کا مقصد اور نصب العین، اساسی عقائد اور افکار و نظریات، معاشرتی آداب،

---

[1] امام ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ: السیاسة الشرعیة (وزارت الشئون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد، 1418ھ)، ص 168.

Imām Ibn Taymīyah, Aḥmad ibn ʻAbd al-Ḥalīm ibn Taymīyah: Al-Siyāsah al-Sharʻīyah (Ministry of Islamic Affairs, Endowments, Daʻwah and Guidance, 1418 AH), p. 168.

[2] امام بغدادی، عبد القاہر بن طاہر بن محمد بغدادی: الفرق بین الفرق وبیان الفرقة الناجیة (دار الآفاق الجدیدة، 1977ء)، ص 340؛ امام ماوردی، علی بن محمد حبیب: الاحکام السلطانیہ (دار احیاء التراث العربی، 1988ء)، ص 3.

Imām al-Baghdādī, ʻAbd al-Qāhir ibn Ṭāhir ibn Muḥammad al-Baghdādī: Al-Farq bayn al-Firaq wa-Bayān al-Firqah al-Nājīyah (Dār al-Āfāq al-Jadīdah, 1977), p. 340; Imām Māwardī, ʻAlī ibn Muḥammad Ḥabīb: Al-Aḥkām al-Sulṭānīyah (Dār Iḥyā' al-Turāth al-ʻArabī, 1988), p. 3.

[3] ابن خلدون، عبد الرحمن بن محمد: المقدمہ (موسسة الرسالہ، 1996ء)، ص 99.

Ibn Khaldūn, ʻAbd al-Raḥmān ibn Muḥammad: Al-Muqaddimah (Maktabat al-Resālah, 1996), p. 99.

حقوق و فرائض اور نظام اجتماعی وغیرہ۔ اسلامی تہذیب کے مختلف عناصر ترکیبی میں شامل ایک عنصر "نظام اجتماعی" ہے۔ جو فرد اور خاندان سے شروع ہو کر معاشرہ اور ریاست و حکومت کی تنظیم پر مشتمل ہے۔

اسلام نظام اجتماعی کے لئے مخصوص طرز کے اصل اصول رکھتا ہے۔ جسے نظام سیاست و ریاست اور طرز حکومت بھی کہا جا سکتا ہے۔ کسی بھی نظامِ حکومت کو سمجھنے کے لئے اس کے بنیادی عناصر ترکیبی کا فہم و ادراک حاصل کرنا ضروری ہو۔

1- نظام ریاست و حکومت کے بنیادی اصول
2- ریاست و حکومت تنظیم کے بنیادی اجزاء اور طریق کار
3۔ سربراہِ مملکت کا انتخاب اور اعمال و احکام کا تقرر
4- اداروں کا تعین اور حدود و دائرہ کار و اختیار
5۔ صاحب امر اور دیگر امراء و مناصب کے لئے اہلیت کا معیار
6۔ فرائض و حقوق کا محل اور نشان دہی
7- احتساب اور جواب دہی کا مؤثر نظام اور طریق کار
8- نظام عدل و انصاف اور بے لاگ احتساب
9۔ انتظامی امور و معاملات اور نظام شوریٰ
10۔ جزاء و سزا کا نظام، وغیرہ

اسلام کے سیاسی نظام میں انہی اصولوں پر زریں رہنما اصول اور تعلیمات موجود ہیں۔ جو پوری طرح ایک الگ اور مکمل شعبہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

خلاصہ کلام

انتقال اقتدار اور حکومتی مناصب میں شریعت اسلامیہ کے معیارات پر یہ تحقیق ہمیں یہ سمجھنے میں مدد دیتی ہے کہ اسلامی اصول کس طرح حکومت کے منتقلی اور حکومتی عہدوں کی تقرری کے عمل میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسلامی تاریخ میں جب بھی حکومت کا انتقال ہوا، اس میں بنیادی اصول انصاف، اہلیت، مشورہ، اور عوامی مفاد پر زور دیا گیا۔ اس تحقیق نے ہمیں یہ دکھایا ہے کہ شریعت میں حکومت کی تشکیل اور اقتدار کی منتقلی کو کیسے ایک ضابطہ کار کی شکل میں ترتیب دیا گیا ہے جس میں کوئی بھی تبدیلی یا منتقلی عوامی مفاد کو مد نظر رکھتے ہوئے کی جاتی تھی۔ اسلامی خلافت کے ابتدائی ادوار میں، خاص طور پر خلافت راشدہ میں، اقتدار کی منتقلی شوریٰ اور مشورے کے ذریعے کی گئی تھی، جس میں ہر اہم فیصلے کے لیے امت کے مشورے کو اہمیت دی جاتی تھی۔ یہی وہ اصول ہیں جو آج کے دور میں بھی حکومت کے شفاف اور مستحکم انتقال کو یقینی بنا سکتے ہیں۔ اس تحقیق نے یہ بھی واضح کیا کہ اسلامی حکومت میں بیعت، اجماع، اور مشاورت جیسے عناصر کا کردار اقتدار کے منتقلی میں اہم رہا ہے، اور یہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ شریعت میں حکومت کے عہدے پر تقرری کا عمل ایک اجتماعی اور معیاری عمل ہونا چاہیے۔ آج کے سیاسی منظرنامے میں جہاں حکومتیں اور ریاستیں اپنے داخلی مسائل سے نبرد آزما ہیں، اسلامی شریعت کے معیارات کا اطلاق ان مسائل کے حل کے لیے ایک مؤثر حکمت عملی فراہم کر سکتا ہے۔ اس تحقیق کے ذریعے یہ بات واضح ہوئی ہے کہ اگر ان معیارات کو موجودہ سیاسی نظاموں میں صحیح طریقے سے نافذ کیا جائے تو نہ صرف حکومتی شفافیت میں اضافہ ہو گا بلکہ عوامی مفاد کے لیے بھی ایک مستحکم اور منصفانہ حکومتی نظام تشکیل پا سکے گا۔ آخر کار، اس تحقیق نے شریعت اسلامیہ کے معیارات اور موجودہ حکومتی طریقوں کے درمیان تعلق کو واضح کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اسلامی تاریخ کے تجربات کو اپنانا موجودہ حکومتوں کے لیے ایک مؤثر حکمت عملی ثابت ہو سکتا ہے تاکہ حکومتی عہدوں کی منتقلی کو شفاف اور عوامی مفاد کے مطابق بنایا جا سکے۔ اس سے نہ صرف سیاسی استحکام حاصل ہو گا بلکہ عوامی اعتماد بھی بڑھے گا جو کسی بھی حکومت کے لیے ایک اہم اساس ہے۔